HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

اخلاقیات کو نظر انداز کرنے اور برے کاموں کے ارتکاب کے ناکامی پر اثرات کا تجزیہ

Analyzing the Impact of Neglecting Moral Principles and Committing Evil Deeds on Deterioration and Failure

Dr. Muhammad Zia Ullah
Assistant Professor of Islamic Studies, NCBA & E, Lahore.
Dr. Mahmood Ahamd
Assistant Professor of Islamic Studies, NCBA & E, Lahore.
Aqsa Parveen
M.Phil. scholar, Islamic studies, NCBA & E, Lahore.

Abstract

The true criterion of good, bad, success, failure, improvement and deterioration is piety and not color, appearance, race, ancestry, wealth or wealth etc. The standard of goodness is based on the piety of the person and not on the principles of external qualities or material wealth. It enlightens human beings on the basis of equality, respect and justice with each other. The standard of goodness may be based on piety, which may be moral, ethical, spiritual or socially derived. Taqwa is a general concept that includes the ability to live in accordance with religious and legislative concepts, adherence to Shari'a orders, practical implementation of virtues, adherence to moral principles, social respect, etc.

The standard of good and bad is based on the principles of Sharia. Shariah refers to the Islamic laws and regulations that are based on the decrees of Allah and the life of the Messenger of Allah ﷺ. Since the standard of goodness in Islamic Shariah is based on piety. A good person is one who strictly fulfills the Shariah injunctions and adopts moral principles. He fasts, prays, pays zakat, respects the rights of Allah and the rights of his servants, acts faithfully, gives charity, helps the oppressed, and fulfills the rights of others.

Similarly, the standard of evil is also based on Shari'ah. A bad person is one who violates Shari'a orders, commits evil deeds, neglects moral principles, oppresses others, makes fake and forbidden earnings, leads others astray.

Keywords: True criterion, Deterioration, Ancestry, External qualities, Religious concepts

اچھائی، برائی، کامیابی، ناکامی، بہتری اور بدتری کا حقیقی معیار تقویٰ ہی ہے نہ کہ رنگ، روپ، نسل، نسب، مال یا دولت وغیرہ۔ اچھائی کا معیار تقویٰ پر قائم ہوتا ہے نہ کہ ظاہری خصوصیات یا مادی دولت کے اصولوں پر۔ یہ انسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ برابری، احترام اور انصاف کی بنیادوں پر روشناس کرتا ہے۔ اچھائی کا معیار تقوی پر مبنی ہو سکتا ہے، جو کہ اخلاقی، اخلاقی، روحانی یا سماجی طور پر ماخوذ کیا جا سکتا ہے۔ تقویٰ ایک عمومی مفہوم ہے جو دینی و تشریعی تصورات کے مطابق زندگی کی صلاحیت، شریعتی احکامات کے پابند ہونے، نیکیوں کی عملی تنفیذ، اخلاقی اصولوں کی پابندی، معاشرتی احترام وغیرہ کو شامل کرتا ہے۔

اچھائی اور برائی کا معیار اصولِ شریعت پر مبنی ہوتا ہے۔ شریعت اسلامی قانون و تشریعات کو ظاہر کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمانوں اور رسول اللہ ﷺ کے سنہ و سیرت پر مبنی ہیں۔ چونکہ اسلامی شریعت میں اچھائی کا معیار تقویٰ کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اچھا شخص وہ ہوتا ہے جو شرعی احکامات کو پابندی سے پورا کرتا ہے اور اخلاقی اصولوں کو اپناتا ہے۔ وہ روزے رکھتا ہے، نماز ادا کرتا ہے، زکوۃ ادا کرتا ہے، حقوق اللہ و حقوق العباد کا احترام کرتا ہے، امانت داری کرتا ہے، صدقہ کرتا ہے، مظلوموں کی مدد کرتا ہے، اور دیگران کے حقوق کو پورا کرتا ہے۔

اسی طرح، برائی کا معیار بھی شریعت پر مبنی ہوتا ہے۔ برا شخص وہ ہوتا ہے جو شرعی احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے، برائیوں کو کرتا ہے، اخلاقی اصولوں کو نظر انداز کرتا ہے، دوسروں کو ظلم پہنچاتا ہے، جعلی اور حرام کمائی کرتا ہے، گمراہیوں میں دوسروں کو لے جاتا ہے۔

شریعت ایک معیار قائم کرتی ہے جس کے مطابق اچھائی کو پہچانا جاتا ہے اور برائی سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تقویٰ اور اخلاقی اصولوں کو پیروی کرنے کی روشنی میں اچھا شخص جود و کرم کا مظہر بنتا ہے جبکہ برا شخص نفسیاتی و اخلاقی بدنیت کا روپ بناتا ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ- اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ [1]

""اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔"

تفسیر قرطبی کے مطابق اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کی ان کے حسب و نسب، کثرت دولت کی خواہش اور غریبوں کا مذاق اڑانے پر ان کی سرزنش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی اولاد ہیں۔ فضیلت کا معیار ظاہری شکل و صورت، حسب و نسب یا مال و دولت پر نہیں بلکہ تقویٰ پر مبنی ہے۔[2]

آج کل، ہمارے معاشرتی معیاروں میں تبدیلی آئی ہے۔ لوگوں میں اچھائی و برائی کا معیار بنانے کے لئے ان کی کمائی، کام کی نوعیت، نسبتی حیثیت، تعلیم کی سطح، انگریزی زبان میں مہارت، گاڑی کی قسم، وغیرہ کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن ان چیزوں سے آدمی کا حقیقی اچھائی یا برائی کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اچھائی یا برائی کا معیار حقیقتاً انسان کے کردار پر منحصر ہوتا ہے۔ میری اچھائی یا برائی کی فیصلہ قرآن و سنت کریں گے۔ اس کے لئے مجھے اپنے آپ کو شریعت کے آئینے میں دیکھنا ہوگا، قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے کردار، گفتار، اعمال اور اخلاق کا جائزہ لینا ہوگا۔ اللہ و رسول کی نظر میں کون اچھا ہے؟ اس کے متعلق چند احادیث پیش کرتا ہوں۔

توحید و رسالت کی گواہی دینے والے

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"میری اُمّت میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اس بات کی گواہی دیں: ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے ،اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اس کے بندے اور رسول ہیں'' اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب یہ نیکی کا کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب ان سے گناہ ہو جاتا ہے تو اپنے رب سے معافی چاہتے ہیں ۔"[3]

بہترین لوگ وہ ہیں جو اللہ کے وحدانیت اور حضور نبی کے رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ نیکی کے کاموں کو کرتے ہیں تو خوشی محسوس کرتے ہیں اور جب ان سے گناہ ہو جاتا ہے تو وہ اپنے رب سے معافی کی دعا کرتے ہیں۔ یہ اقرار ایمانی اصول کو ظاہر کرتا ہے جہاں اللہ کی وحدانیت اور رسالتِ محمدی کے احکامات کی تسلسل ہے۔ یہ اصول ہماری ایمانی بنیاد کو مستحکم کرتے ہیں اور ہمیں نیکی کی طرف رغبت منتقل کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی محبت، تعلق، وفاداری اور تواضع سے ہمیں اخلاقیت کے اصول سیکھنے کو ملتے ہیں۔

توبہ کر لینے والے

حضور ﷺ کا فرمان ہے:

كُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ [4]

"بنی آدم کے تمام افراد خطا کرتے ہیں، مگر بہترین خطا کرنے والے وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔"

مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

"تمام انسان گنہگار ہیں، ہر انسان نہیں، کیونکہ انبیاء (علیہ السلام) گناہوں سے بری ہیں اور گناہوں کے ارتکاب سے عاجز ہیں، بعض صالحین بھی محفوظ ہیں اور گناہ نہیں کرتے۔[5]

سرکارِ عالی وقار، مدینے کے تاجدار صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

خِيَارُكُمْ كُلُّ مُفْتَّنٍ تَوَّابٍ

تم سب میں بہترین وہ ہیں جو فتنوں میں مبتلا ہو، توبہ کرتا ہو ۔[6]

ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مطلب یہ کہ بار بار گناہ ہو جانے کے بعد بار بار توبہ کرتے ہیں، جب کبھی آدمی سے گناہ ہو تو فوراالله کی بارگاہ میں توبہ کرے ، توبہ ایسی نہ ہو کہ صرف زبان پر استغفر اللہ ہو اور دل گناہوں پر اڑا رہے ، ایسی توبہ خود توبہ کی محتاج ہے۔[7]

ہم سب غلطیاں اور گناہوں میں غرق ہوتے ہیں۔ لیکن بہترین لوگ وہ ہوتے ہیں جو توبہ کرتے ہیں، اپنی غلطیوں کو پچھتاتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگتے ہیں۔ توبہ ایک روحانی عمل ہے جو انسان کو اس کے گناہوں سے باز آور تا ہے۔ یہ اللہ کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا، ان سے پچھتانا اور دوسروں کو نیکی کی سمجھ دیکر اپنی زندگی کو بہتر بنانے کا عمل ہے۔

توبہ کے ساتھ ساتھ ہمیں مغفرت، انتقام سے بچاؤ اور رحمت کی تمنا بھی کرنی چاہیے۔ اللہ بہت رحم کرنے والا ہے اور جب ہم توبہ کرتے ہیں، وہ ہمیں بلاشبہ معافی فرماتا ہے۔ توبہ کا عمل ہمیں سب سے بہتر بناتا ہے، کیونکہ ہم اپنی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہیں، ان پر نظر ثابت رکھتے ہیں اور اپنی زندگی کو اصلاح کرتے ہیں۔ یہ ہمیں معنوی ترقی اور بہتری کی طرف لے جاتا ہے۔

کھانا کھلانا اور سلام کا جواب دینا

آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی حدیث پاک ہے:

خِيَارُكُمْ مَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ وَرَدَّ السَّلَامَ [8]

یعنی تم سب میں بہتر وہ ہے جو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے۔

اس حدیث پاک سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ انسانوں کی اچھائی کا معیار یہ بھی ہے کہ لوگوں کو کھانا کھلایا جائے اور آپ میں میل جول کے وقت سلام کو عام کیا جائے۔ یہ آیت انسانوں کو تعلیم دیتی ہے کہ دوسروں کے لئے خدمات پیش کرنا، مہمان نوازی کرنا اور احترام کا جواب دینا اچھائی کی علامتیں ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اچھائی کا معیار نہ صرف مذہبی یا روحانی پیمانے پر نہیں بلکہ روزمرہ کی زندگی میں دیگر ان کی مدد اور خدمت کے ذریعے بھی مشخص کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے مدینہ پاک جو پہلا کلام سماعت کیا، وہ یہ تھا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ[9]

اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ اور رات کو جس وقت لوگ سو رہے ہوں، اس وقت نماز پڑھو، (تم یہ تین کام کرو گے تو) سلامتی کے ساتھ جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ انسانوں کی اچھائی کا معیار ان کے خدمت کرنے اور ان کی مدد کرنے میں ہے۔ حدیث میں اظہار کیا گیا ہے کہ سلام کو عام کرنا اور خوراک کو عوام کے ساتھ تقسیم کرنا اچھائی کی علامت ہے۔ اس کے علاوہ، رات کو جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت نماز پڑھنا اچھائی کی علامت ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اچھائی کا معیار خدمت، مہمان نوازی، احترام اور دینی و عبادت کو پورا کرنے میں نمایاں ہوتا ہے۔ اگر ہم ان کاموں کو اپناتے ہیں تو ہم سلامتی اور برکت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

قرآن سیکھنا اور سکھانا

آقائے دوعالم ﷺ کا فرمان ہے:

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ [10]

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بلاشبہ یہ قرآنِ کریم اللہ پاک کی طرف سے ضیافت ہے لہٰذا جو اس سے کچھ سیکھنے کی طاقت رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اسے سیکھے کیونکہ بھلائی سے سب سے زیادہ خالی وہ گھر ہے جس میں کتابُ اللہ میں سے کچھ نہ ہو اور جس گھر میں کتابُ اللہ میں سے کچھ نہ ہو وہ اُس ویران گھر کی طرح ہے جسے کوئی آباد کرنے والا نہ ہو۔" [11]

اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالی کا بہت بڑا احسان ہے۔ اور جو شخص اس کے سیکھنے کی طاقت رکھتا ہے، اسے اسے سیکھنا چاہیے۔ قرآن کریم ایک بہت بڑی راہنمائی ہے جو ہمیں دنیا و آخرت کیلئے ہدایات فراہم کرتی ہے۔ حدیث میں آگاہ کیا گیا ہے کہ کتاب اللہ سے خالی گھر بہت خالی ہے، اور اس طرح کا گھر جو کتاب اللہ کے علم سے محروم ہو، وہ ایک ویرانہ گھر کی طرح ہے جس کو کوئی آباد کرنے والا نہیں۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کی تعلیم حاصل کرنا اور دوسروں کو قرآن سکھانا اچھائی کی علامت ہے۔ اس کے مطابق، بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کے علم کو اپناتا ہے اور دوسروں کو اس کے علم سے آگاہ کرتا ہے۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اچھائی کا معیار قرآن کی تدریس، تعلیم اور عمل کرنے میں نمایاں ہوتا ہے۔ اگر ہم قرآن کے علم کو حاصل کریں اور اس کو دوسروں کے ساتھ تقسیم کریں، تو ہم بہترین شخص قرار پائیں گے۔

قرض کی ادائیگی

بہترین انسان کے حوالے ایک اور فرمان رسول ﷺ ہے، ارشاد فرمایا:

اِنَّ خِیَارَ النَّاسِ اَحْسَنُھُمْ قَضَاءً [12]

"بے شک لوگوں میں بہترین وہ ہے جو قرض کی ادائیگی میں اچھائی کرے۔"

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ، مرآۃ المناجیح میں فرماتے ہیں:

"اس سے چند مسائل ظاہر ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے، اگر قرض لینے والا رضاکارانہ طور پر قرض واپس کرتے وقت طے شدہ رقم سے زیادہ دے تو اسے سود نہیں سمجھا جاتا۔ دوسرے یہ کہ قرض لینے والے کو چاہیے کہ وہ اپنی رضامندی اور فراخ دلی سے قرض ادا کرے۔" [13]

قرآن و سنت میں مختلف مسائل اور اصولوں کا ذکر ہے جو سود اور قرض کے حوالے سے معلومات فراہم کرتے ہیں۔ اہم نکات، جنہیں میں یہاں تشریعی روشنی میں پیش کرتا ہوں:

1. **زیادہ قرض دینا بغیر شرط لگائے:**

اگر کوئی شخص قرض دیتا ہے اور بغیر کسی سود کے اس کو کچھ زیادہ واپس لیا جائے، تو یہ سود نہیں ہوتا۔ یعنی اگر قرض دینے والا اپنے قرض کے مقابلے میں کچھ زیادہ واپس لئے بغیر، صرف قرض کا واپسی رقم لیا جائے تو یہ سود نہیں ہوتا۔

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

2. **خوش دلی سے قرض ادا کرنا:**

قرض کی ادائیگی کے حوالے سے آپسی معاشرتی روابط کی اہمیت کی بات کی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص قرض خواہ کو خوش دلی سے اس کا قرض واپس کرتا ہے، تو یہ معاملہ اچھائی کی علامت ہوتا ہے۔ یہ اظہار کرتا ہے کہ ادائیگی کی رقم کو خوشی سے واپس کیا گیا ہے اور قرض خواہ کو معاشرتی احترام دیا گیا ہے۔

یہ مسائل اقتصادی عدل و انصاف، احترام و تواضع، اور معاشرتی اصولوں کو بیان کرتے ہیں۔ قرآن مجید اسلامی اقتصادی نظام کے مبادل اصول اور قیمتی روحانی اصولوں کی راہنمائی کرتا ہے۔ ان مسائل کا تعلق اخلاقیت، معاشرتی احترام، انصاف، تعاون اور مالی عدالت کے ساتھ ہوتا ہے۔ قرآنی تعلیم ہمیں ہدایات فراہم کرتی ہیں کہ ہم مالی معاملات میں اخلاقیت، انصاف اور تواضع کے ساتھ عمل کریں تاکہ معاشرتی تعاون، امن و امانت کا ایک نمونہ قائم ہو سکے۔

سچی زبان اور پاکیزہ دل

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، عرض کیا گیا:

اَیُّ النَّاسِ اَفضَلُ، کُلُّ مَخمُومِ القَلبِ ، صَدُوقِ اللِّسَانِ

لوگوں میں افضل کون ہے؟ (رسول اللہ ﷺ نے ارشاد) فرمایا: ہر وہ بندہ جو مَخمُومُ القَلب ہے اور سچّی زبان والا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا صدوق اللسان یعنی سچی زبان والے کے بارے میں سمجھ آتی ہے مگر مَخمُومُ القَلب کون ہے؟ (رسول اللہ ﷺ نے ارشاد) فرمایا: وہ متقی شخص جو ہر گناہ سے پاک ہو اور اس کا دل نافرمانی، دشمنی اور حسد سے خالی ہو۔

14

یہ حدیث ایک حقیقی صالح فرد کی خوبیوں کو اجاگر کرتی ہے، اس بات پر زور دیتی ہے کہ وہ نہ صرف گناہ کے کاموں سے پرہیز کرتا ہے بلکہ تکبر، دوسروں کے تئیں برے جذبات اور حسد سے پاک ایک پاکیزہ اور نیک دل بھی رکھتا ہے۔

سچی زبان اور پاکیزہ دل دو اہم اخلاقی خصوصیات ہیں جو اچھائی کی علامتیں ہیں۔

سچی زبان:

سچی زبان بولنا اور سچائی کو پہچانے جانے کی صلاحیت ہے۔ یہ انصاف اور اعتبار کا بنیادی عنصر ہے۔ سچی زبان بولنا مطلبی تعاملات کو قوت بخشتا ہے اور معاشرتی رشتوں کو مضبوط بناتا ہے۔ سچائی اور صداقت کو قدر دیتا ہے اور دوسروں کی اعتماد پیدا کرتا ہے۔

پاکیزہ دل:

پاکیزہ دل ایک خالص اور پاک دل کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ تقویٰ، صفا، انسانیت اور مروت کی علامت ہے۔ پاکیزہ دل والے شخص کی نیتیں، عملوں اور احساسات صاف ہوتے ہیں۔ ان کا دل پاک اور صاف ہوتا ہے اور وہ بدیوں سے پاک رہتے ہیں۔

سچی زبان اور پاکیزہ دل انسان کی شخصیت کو نیک بناتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ احترام، اعتماد، محبت اور مروت کا معاشرتی ماحول پیدا کرتے ہیں۔ یہ اچھائی کی بنیادی جوانمردی کی نشانیاں ہیں اور انسانیت کی ترقی اور خیر مندی کی راہ ہیں۔

سچّی زبان بولنا اور پاک دل رکھنا کتنی عظیم نعمت ہے۔ اگر ہم سچی زبان اور پاکیزہ دل رکھتے ہیں، تو ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ نہ کرے اگر ہم اس سچّائی اور پاکیزگی کو نہیں رکھتے، جھوٹ بولنے کی عادت ہوتی ہے یا دل میں بغض و کینہ یا حسد وغیرہ بھی رہتا ہے، تو ہمیں ڈرنا چاہیے کہ جھوٹ گناہوں کا سرچشمہ ہے، جھوٹ گناہ ہے اور گناہ آدمی کو جہنم میں لے جاتا ہے۔ اسی طرح جس دل میں بغض، کینہ، حسد کی بیماری ہوتی ہے، وہ دل بھی بہت ناپاک ہوتا ہے اور ایسے دل والا شخص جنت سے محروم ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم میں فرمان باری ہے:

يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ (88) اِلَّا مَنۡ اَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ (89) [15]

جس دن نہ مال کچھ کام آئے گا اور نہ اولاد، سوائے ان کے جو اللہ کے پاس سچے دل کے ساتھ حاضر ہوں

سورہ الشعراء کی یہ آیات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ قیامت کے دن دنیاوی مال اور اولاد کی کوئی قیمت یا فائدہ نہیں ہو گا۔ صرف ایک چیز جو اہمیت رکھتی ہے اور فائدہ پہنچاتی ہے وہ ہے اللہ کے پاس خالص اور صاف دل کے ساتھ آنا۔

قلبِ سلیم کیا ہے؟

قلب سلیم یا پاکیزہ دل کا مطلب ہے کہ انسان کے دل میں صفائی، پاکیزگی، معافی، تواضع، امانتداری اور محبت کی نیتیں ہوں۔ یہ اخلاقی خصوصیتیں انسان کے باطنی حال و مزاج کو ظاہر کرتی ہیں اور اس کے روحانیت اور اخلاقی ترقی کو نمایاں کرتی ہیں۔

قلب سلیم کا حاصل کرنا اخلاقی، عملی اور روحانی جہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ انسان کبھی غلطی نہیں کرتا ہوتا، بلکہ یہ مطلب ہے کہ جب وہ غلطی کرتا ہے تو اسے دل سے پچھتاتا ہے، توبہ کرتا ہے اور دوسروں کو معافی دیتا ہے۔

قلب سلیم رکھنے کے لئے اہم اصولوں میں شامل ہیں:

1. **توحید اور ایمان کی تثبیت:** قلب سلیم کی بنیاد توحید (اکیلا پروردگاری) اور مضمونی ایمان کی مستحکمی پر ہوتی ہے۔

2. **قرآن وسنت کا عملی اطلاق:** قلب سلیم کی ترقی کے لئے قرآن وسنت کی تدریس، سمجھنا، اور عمل میں لانا ضروری ہوتا ہے۔

3. **اخلاقی اصولوں کا پابند ہونا:** قلب سلیم کو اخلاقی اصولوں کے پابند ہونے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے صداقت، امانتداری، تواضع، مروت، احترام وتعاون کے اصول۔

4. **توبہ اور مغفرت:** جب قلب سلیم والا شخص غلطی کرتا ہے، تو وہ جلدی سے توبہ کرتا ہے، اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہے اور مغفرت کی دعا کرتا ہے۔

5. **محبت وخیر خواہی:** قلب سلیم میں دوسروں کے حقوق کا احترام، محبت، خیر خواہی، وظیفت نبھانے کی خاصیت موجود ہوتی ہے۔

دل کو صحت مند رکھنا اخلاقی، روحانی اور اخلاقی ترقی کی علامت ہے، اور یہ انسان کی زندگی میں خوشی اور برکت لانے میں معاون ہے۔ وہ دل جو کفر سے پاک ہو اور اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے، وہ دل جو باطل عقائد نہ رکھے، وہ دل جو روحانی امراض سے پاک ہو، وہ دل جو حسد، بغض اور بغض سے پاک ہو۔ دنیاوی خواہشات سے وابستہ نہ ہو، ایسا پاک دل قیامت کے دن کامیاب ہو گا۔

اگر کسی کے پاس ایسا دل نہ ہو تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہ کرے اور جس پر اللہ کی رحمت نہ ہو وہ جہنم کا مستحق ہو گا۔

دیر سے غصہ آنا اور جلد چلا جانا

حدیث رسول ﷺ ہے:

اَلَا وَاِنَّ مِنۡهُمُ الۡبَطِيۡئَ الۡغَضَبِ سَرِيۡعَ الۡفَيۡئِ ، وَمِنۡهُمۡ سَرِيۡعَ الۡغَضَبِ سَرِيۡعَ الۡفَيۡئِ ، فَتِلۡكَ بِتِلۡكَ ، اَلَا وَاِنَّ مِنۡهُمۡ سَرِيۡعَ الۡغَضَبِ بَطِيۡئَ الۡفَيۡئِ اَلَا وَخَيۡرُهُمۡ بَطِيۡئُ الۡغَضَبِ سَرِيۡعُ الۡفَيۡئِ اَلَا وَشَرُّهُمۡ سَرِيۡعُ الۡغَضَبِ بَطِيۡئُ الۡفَيۡئِ [16]

جان لو! کہ (لوگوں میں) کچھ وہ ہیں جن کو دیر سے غصہ آتا ہے جلدی ختم ہو جاتا ہے اور کچھ کو جلدی غصہ آتا ہے جلدی ختم ہو جاتا ہے تو یہ اس کا بدلہ ہے، سن لو! ان میں سے بعض کو جلدی غصہ آتا ہے دیر سے اُترتا ہے، جان لو ان میں سے بہتر وہ ہے جن کو دیر سے غصہ آئے اور جلدی ختم ہو جائے اور بُرے وہ ہیں جن کو جلدی غصہ آئے دیر سے زائل ہو۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

غصہ آنا انسانی طبیعت کا حصہ ہے اور ہم سب کبھی نہ کبھی غصے کا سامنا کرتے ہیں۔ البتہ اس کی تشدد اور طویل عرصے تک برقرار رہنا معاملات کو متاثر کرسکتا ہے اور روابط میں تنش و اختلاف پیدا کرسکتا ہے۔

قرآن مجید میں بھی بتایا گیاہے کہ غضب کو قابو کرنا اور اسے جلدی ختم کرنا اچھائی کی نشانی ہے۔ غصے کو مدیریت کرنا، صبر اور معافی کی روحانیت پر مشتمل ہوتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ [17]

اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے

غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے کے بارے میں ہمارا دین اور اخلاقیات ہمیں کچھ مبادئ اور روشنی فراہم کرتے ہیں۔ ہمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ ہم غصہ کو قابو کریں اور دوسروں کی خوبصورتیوں کو دیکھیں۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ ہمیں جہل و غضب کو ترک کرنا چاہیے۔ اور جب ہمیں کسی کی نیکی یا بھلائی کا احساس ہوتا ہے تو ہمیں اسے قابو کرنا چاہیے اور احترام سے رفتار کرنا چاہیے۔

لوگوں سے درگزر کرنا معنویت کا ایک پرکھ ہوسکتا ہے۔ یہ ہمیں اخلاقیت، تواضع اور بلند اخلاق کی روشنی میں بھی کچھ سکھاتا ہے۔ ہمیں دوسروں کے خلاف غصے کو پردہ کرنا چاہیے اور محبت، امانتداری، وفاداری اور احترام کے اصول پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ سب اصول ہمیں معاشرتی اتحاد اور امن کے لئے اہم ہیں۔ ہمیں اختلافات کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور محبت و مروت کے راستے پر چلتے رہنی چاہیے۔

اس طرح، بہترین شخص وہ ہے جسے غصہ کا احساس تو ہوتا ہے لیکن وہ جلدی ختم کرلیتا ہے، جبکہ بُرے وہ ہیں جن کو جلدی غصہ آتا ہے لیکن وہ دیر سے زائل نہیں ہوتا۔ غصہ کو قابو کرنا اور اچھی معاشرتی روابط کو برقرار رکھنا اہم ہے تاکہ ہم اچھی تعاون اور احترام کی بنیاد پر زندگی کرسکیں۔

خلاصہ تحریر

اگر تمام خوبیوں کو یکجا کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بہترین لوگ وہ ہیں جو درج ذیل خصوصیات رکھتے ہیں:

1. ایمانداری اور توحید: وہ لوگ جو اللہ کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے اعتقادات کو سچائی اور صداقت کے ساتھ مانتے ہیں۔
2. اللہ کے حکموں کی پابندی: اچھا شخص اللہ کے حکموں کی پابند ہوتا ہے اور انہیں عملی زندگی میں اپنے اوپر لاگو کرتا ہے۔
3. خوش اخلاقی: وہ لوگ جو محبت، تواضع، احترام، صداقت، امانتداری، شفافیت، رحم دلی، سخاوت، وفا، صبر اور تعاون کے خصوصیات رکھتے ہیں۔
4. عدل و انصاف: وہ لوگ جو عدل و انصاف کو عملی زندگی میں قائم رکھتے ہیں اور دوسروں کو برابری، حقوق کا احترام، اور مساوات کی پیروی کرتے ہیں۔
5. نیکی کے عمل: وہ لوگ جو نیک عمل کرتے ہیں، دوسروں کی مدد کرتے ہیں، خیراتی کاموں کو پورا کرتے ہیں، محروموں کی مدد کرتے ہیں اور اجر و ثواب کی تمنا رکھتے ہیں۔
6. علم و عقل: وہ لوگ جو علم و عقل کو ترقی دیتے ہیں، جدید علوم کی طلبگاری کرتے ہیں، عدالتی اور اخلاقی مسائل پر غور کرتے ہیں اور اپنے فکری و ذہنی پیدلیوں کو نشونما دیتے ہیں۔
7. اخلاقی اصولوں کی پابندی: اچھا شخص اخلاقی اصولوں کو پابند رہتا ہے۔ دوسروں کی حقوق کا خیال رکھتا ہے اور صداقت، امانت داری، تواضع، احترام وغیرہ کو قدر دیتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

8. معاشرتی احترام: اچھا شخص دوسروں کے ساتھ احترام سے پیش آتا ہے۔ وہ ہمہ وقت دوسروں کی مشورت کو سنتا ہے اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتا ہے۔
9. تواضع: اچھا شخص تواضع کا حامل ہوتا ہے۔ وہ خود پرستی کو کم کرتا ہے اور اپنے فضل واقعات کو نشانِ عظمت نہ بناتا ہے۔ وہ دیگران کو تعریف کرتا ہے اور ان کی کامیابیوں کو قدردانی کرتا ہے۔
10. امانت داری: اچھا شخص امانت دار ہوتا ہے۔ وہ اعتماد کو قدر دیتا ہے اور دوسروں کی مالی اور عقلی اموال کا خیال رکھتا ہے۔

یہاں تقویٰ کے معیار کی بنیاد پر یہاں ذکر کئے گئے عناصر اچھائی کے معیار کو تشکیل دیتے ہیں۔ جب ایک شخص تقویٰ پر مبنی زندگی گزارتا ہے تو وہ اچھا شخص قرار پاتا ہے۔ یہ خصوصیات بہترین لوگ کا معیار ہیں جو اچھائی، نیکی، عدل و انصاف، احترام و عزت، علم و عقل اور خیر خواہی کی روشنی میں اپنی زندگی گزارتے ہیں۔

حواشی و مراجع

---

1 القرآن الکریم، پارہ26، سورۃ الحجرات، آیت13

2 تفسیرِ قرطبی، پارہ26، جز10، جلد8، ص211

3 المصنف لعبد الرزاق، کتاب الصلوۃ ، باب الصیام فی السفر ، ۲/ ۳۷۳ ، حدیث : ۴۴۹۳

4 سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التو بہ، حدیث4251

5 مراٰۃ المناجیح، ۳ /۳۶۴

6 مسند بزار، ۲/ ۲۸۰حدیث: ۷۰۰

7 فتح الباری، کتاب التوحید، باب فی قول اللہ تعالیٰ ”یریدون ان یبدلوا کلام اللہ “۱۴/ ۳۹۹

8 مسندِ امام احمد، جلد:9، صفحہ:702، حدیث:24652۔

9 ابْنِ ماجہ، کتابُ اِقامۃِ الصلوٰۃ، جلد:1، صفحہ:423، حدیث:1334۔

10 صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، ص1299، حدیث5027

11 مصنف عبد الرزاق، باب تعلیم القران وفضلہ، جلد:3، صفحہ:225، حدیث:6018۔

12 صحیح مسلم کتاب المساقاۃ، ص622، حدیث1600

13 مراٰۃ المناجیح، جلد4، ص294

14 سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، جلد4، ص475، حدیث4216

15 القرآن الکریم، پارہ19، سورۃ الشعراء، آیت88اور89

16 سنن ترمذی، کتاب الفتن، ص528، حدیث2191

17 القرآن الکریم، پارہ4، سورۃ آل عمران، آیت134